یاسر محمد خان

حکومت اور پیپلز پارٹی کی ڈیل......اندرونی کہانی

پیپلز پارٹی کے بانی اور قائد ذوالفقار علی بھٹو کی تین بہنیں تھیں۔ان کی ایک بہن ایک آرمی آفیسر کرنل مصطفیٰ کے ساتھ بیاہی ہوئی تھی۔کرنل مصطفیٰ ۵۰ء کی دہائی میں استنبول میں پاکستانی سفارت خانے میں کام کرتے تھے۔یہ وہی زمانہ تھا جب صدر پرویز مشرف کے والد سید مشرف الدین بھی استنبول میں پاکستانی سفارت خانے میں خدمات انجام دے رہے تھے۔کرنل مصطفیٰ کا ایک بیٹا صدر پرویز مشرف کا ہم عمر تھا۔صدر پرویز مشرف اور کرنل مصطفیٰ کا بیٹا ایک ہی اسکول میں پڑھتے تھے اور دونوں کے درمیان بہت اچھی دوستی تھی۔آنے والے دنوں میں صدر پرویز مشرف کا خاندان پاکستان آ گیا جب کہ کرنل مصطفیٰ کا خاندان مختلف جگہوں سے ہوتا ہوا امریکہ میں اقامت پذیر ہو گیا لیکن دونوں کے درمیان تعلقات اسی طرح قائم رہے۔اس دوران صدر پرویز مشرف نے آرمی جوائن کی اور وہ ترقی کرتے کرتے صدر پاکستان بن گئے جب کہ کرنل مصطفیٰ کا خاندان امریکہ میں تجارت سے منسلک ہو گیا اور اس خاندان کے مختلف لوگ مختلف قسم کے کاروبار کرتے رہے۔

۱۱ر ستمبر ۲۰۰۵ء کو صدر پرویز مشرف امریکہ کے دورے پر گئے۔اس دورے کے دوران پہلی مرتبہ کرنل مصطفیٰ کے صاحبزادے اور بے نظیر بھٹو کے کزن نے صدر مشرف سے ملاقات کی۔یہ ملاقات ہوٹل کے کمرے میں ہوئی اور اس ملاقات کے دوران دو بچھڑے ہوئے دوستوں نے ماضی کی بے شمار خوبصورت یادوں کو تازہ کیا۔ان یادوں کے دوران بے نظیر بھٹو کے کزن نے آصف علی زرداری کی سفارش کی۔اس سفارش کے دوران انھوں نے صدر پرویز مشرف کو یقین دلایا:اگر حکومت آصف علی زرداری کو باعزت بری کر دے تو زرداری صاحب کچھ عرصہ پاکستان رہ کر ملک سے باہر چلے جائیں گے اور عملاً سیاست سے باہر ہو جائیں گے۔یہ بے نظیر اور حکومت کے درمیان ڈیل کی ابتداء تھی۔حکومت نے آنے والے دنوں میں آصف علی زرداری کو رہا کر دیا۔زرداری کچھ عرصہ پاکستان میں مقیم رہے اور اس کے بعد وہ صحت کا بہانہ کر کے ملک سے باہر چلے گئے۔وہاں سے ہوتے ہوئے امریکہ شفٹ ہو گئے اور اب گمنامی کی زندگی گزار رہے ہیں۔آصف علی زرداری کی رہائی کے بعد بے نظیر بھٹو کے کزن حکومت اور بے نظیر بھٹو کے درمیان رابطے کا ذریعہ بن گئے جب کہ حکومت کی طرف سے تین لوگ اس ڈیل میں شامل تھے۔اس تین رکنی ٹیم کے سربراہ نیشنل سیکورٹی کونسل کے سیکرٹری اور صدر مشرف کے انتہائی قریبی ساتھی طارق عزیز ہیں۔ڈیل کا یہ سلسلہ ستمبر ۲۰۰۵ء میں شروع ہوا اور یہ سلسلہ اپریل ۲۰۰۷ء تک جاری رہا۔اس عرصہ میں کئی ایسے مقامات آئے جن میں پیپلز پارٹی اور حکومت ایک دوسرے کے انتہائی قریب آ گئے اور یوں محسوس ہونے لگا کہ آج کل میں حکومت اور بے نظیر بھٹو سمجھوتے کا اعلان کر دیں گی لیکن عین وقت پر کوئی نہ کوئی ایسی گڑبڑ ہو جاتی جس کی وجہ سے ڈیل کا یہ سلسلہ وقتی طور پر مؤخر ہو جاتا اور بے نظیر بھٹو حکومت سے دوراپوزیشن کی طرف چلی جاتیں۔کچھ دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور دوبارہ حکومت اور بے نظیر بھٹو کے درمیان رابطے شروع ہوتے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ گفت وشنید

شروع کردیتے۔ یہ سلسلہ آج تک جاری وساری ہے۔

ڈیل کے سلسلے میں دو طاقتوں نے ہمیشہ بڑا مرکزی کردار ادا کیا۔ ان میں ایک امریکہ تھا۔ امریکہ پاکستان کے موجودہ سیاست دانوں میں بے نظیر کو بہت اہمیت دیتا ہے۔ اس اہمیت کی پانچ بڑی وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ پیپلز پارٹی کا لبرل امیج ہے۔ پیپلز پارٹی میں دوسری جماعتوں کی نسبت خواتین کارکن زیادہ ہیں اور یہ معاشرے میں سوشل چینج کی بھی داعی ہے۔ دوسرا پیپلز پارٹی اپنے شروع دن سے مذہبی طبقے کو پسند نہیں کرتی۔ ذوالفقار علی بھٹو ہوں یا بے نظیر بھٹو' پیپلز پارٹی کے دونوں لیڈر پوری زندگی مذہبی طاقتوں کے خلاف لڑتے رہے۔ پیپلز پارٹی کے زیادہ تر کارکن اور لیڈر اسلامی شعائر سے بھی خاصے فاصلے پر ہیں۔ بے نظیر بھٹو کی مذہب فہمی کا یہ عالم ہے کہ ۱۹۹۶ء میں وہ کراچی میں جلسۂ عام سے خطاب کررہی تھیں۔ دورانِ جلسہ مسجد سے اذان بلند ہوئی تو بے نظیر بھٹو نے اپنی تقریر مؤخر کردی اور حاضرین کو مخاطب ہوکر کہا: ''اذان بج رہا ہے لہٰذا میں خاموش ہوتی ہوں۔'' نمبر تین' پیپلز پارٹی جہاد کے بھی خلاف ہے۔ بے نظیر بھٹو نے اپنے اقتدار کے دوران کشمیر میں جاری جہاد کی معاونت عملی طور پر بند کردی تھی۔ نمبر چار' پیپلز پارٹی بڑی حد تک شراب کی اجازت دینے، معاشرے میں کلب اور ڈسکوز قائم کرنے اور مخلوط تعلیم کی حامی ہے اور نمبر پانچ' بے نظیر بھٹو افغانستان میں طالبان کو پسند نہیں کرتی۔ بے نظیر بھٹو کی یہ طالبان دشمنی بڑی پرانی ہے۔ انھوں نے اپنے دور میں طالبان کی حمایت عملی طور پر بند کردی تھی۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ مجاہدین کے خلاف آپریشن ۱۹۹۶ء میں پشاور میں ہوا تھا جس میں پانچ ازبک مجاہدین شہید ہوگئے تھے۔ پیپلز پارٹی کی یہ ساری فلاسفی امریکہ کے لیے انتہائی پسندیدہ ہے۔ لہٰذا اگر دیکھا جائے تو پیپلز پارٹی کے نظریات اور امریکہ کے خیالات میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں۔ امریکہ نے پچھلے سات برسوں میں پاکستان میں اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی ایک مہم شروع کررکھی ہے۔ یہ مہم مزید سات برس تک جاری رہے گی۔ ان سات برسوں میں حکومت پاکستان میں شراب نوشی کی اجازت دے دے گی جب کہ ابتدائی کلاسز سے لے کر یونیورسٹی تک کی تعلیم مخلوط کردی جائے گی اور تمام چھوٹے بڑے شہروں میں ڈسکو کلب بنائے جائیں گے اور خواتین اور مردوں کی ملاقات کے عام مواقع فراہم کیے جائیں گے۔

صدر پرویز مشرف روشن خیالی کے اس ایجنڈے کے مین کردار ہیں لیکن جوں جوں وقت گزرتا جارہا ہے امریکہ کو محسوس ہورہا ہے شاید صدر پرویز مشرف اگلے چند برسوں میں اپنی اس مقبولیت کو برقرار نہ رکھ سکیں..... لہٰذا پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ اور عوام انھیں مسترد کردیں۔ لہٰذا امریکہ کا خیال ہے اگر صدر پرویز مشرف کے بعد بے نظیر بھٹو پاکستان کا عنان اقتدار نہیں سنبھالتیں تو ان کی جگہ مذہب پسند عناصر سامنے آجائیں گے۔ جس سے امریکہ کے سارے ''کیے دھرے'' پر پانی پھر جائے گا۔ لہٰذا امریکہ کی کوشش ہے کہ وہ صدر پرویز مشرف اور بے نظیر بھٹو کے درمیان کوئی ایسا تعلق قائم کرے جس کے ذریعے پاکستان میں امریکہ کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا سلسلہ اسی طرح جاری وساری رہے۔

اس ڈیل کا دوسرا بڑا عنصر اور طاقت سوئس کیسز ہیں۔ صدر فاروق احمد خان لغاری نے ۱۹۹۶ء میں پاکستان میں احتساب بیورو قائم کیا تھا۔ یہ احتساب بیورو بے نظیر بھٹو اور پیپلز پارٹی کی کرپشن کے ثبوت جمع کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ احتساب بیورو نے چھ ماہ میں بے نظیر بھٹو کے خلاف کرپشن کے چند شواہد جمع کیے تھے لیکن ۱۹۹۷ء میں نواز شریف

کی حکومت آ گئی۔میاں نواز شریف نے یہ بیورو سیف الرحمٰن خان کے حوالے کر دیا اور سیف الرحمٰن خان نے بے نظیر بھٹو کے خلاف شواہد جمع کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔سیف الرحمٰن نے ایک اعلیٰ سول بیوروکریٹ حسن وسیم افضل کو یہ کام سونپ دیا۔حسن وسیم افضل ذاتی طور پر بے نظیر بھٹو کے خلاف تھے۔اس کی وجوہ پرانی تھیں۔بے نظیر بھٹو نے اپنے اقتدار کے دوران حسن وسیم افضل کی چند ترقیاں روک دی تھیں اور انھیں چند ماہ کے لیے معطل بھی رکھا تھا۔حسن وسیم افضل نے احتساب بیورو کے اسپیشل سیل کے انچارج بننے کے بعد بے نظیر بھٹو کے خلاف شواہد جمع کرنا شروع کر دیئے اور وہ بہت جلد سرے محل سے لے کر جعلی کریڈٹ کارڈز اور آصف علی زرداری کی بے شمار آف شو کمپنیوں تک پہنچ گئے۔حسن وسیم افضل کی تفتیش نواز شریف کی ساری حکومت کے دوران جاری رہی۔

۱۹۹۹ء میں نواز شریف کی حکومت ختم ہوگئی۔صدر پرویز مشرف اقتدار میں آئے اور انھوں نے سیف الرحمٰن کے احتساب بیورو کو قومی احتساب بیورو کی شکل دے دی اور جنرل امجد حسین کو اس کا سربراہ بنا دیا۔جنرل امجد حسین نے نیب کی ری کنسٹرکشن کی اور انھوں نے سائنسی بنیادوں پر احتساب کا کام شروع کر دیا۔ان کی جب حسن وسیم افضل کے ساتھ ملاقات شروع ہوئی تو جنرل صاحب نے ان کا کام دیکھا۔لہٰذا انھوں نے حسن وسیم افضل کے سیل کو اسی طرح جاری وساری رکھا۔حسن وسیم افضل نے بے نظیر بھٹو کے خلاف کیس تیار کیے۔یہ کیس سوئٹزرلینڈ کورٹ میں داخل کر دیئے گئے۔اگست ۲۰۰۶ء میں عدالت ان کیسوں کا فیصلہ سنانے لگی تو حکومتِ پاکستان نے عدالت میں درخواست دائر کر دی کہ ہم نے بے نظیر بھٹو کی کرپشن کے مزید ثبوت جمع کیے ہیں۔لہٰذا عدالت فیصلہ دینے سے قبل ان ثبوتوں پر بھی نظر ثانی کر لے۔حکومتِ پاکستان کی درخواست پر عدالت نے فیصلہ محفوظ کر دیا اور اس کے بعد جب بھی پاکستان کا وکیل تاریخ پر عدالت جاتا ہے تو مزید وقت لے کر واپس آ جاتا ہے۔یوں یہ سلسلہ برسوں سے جاری ہے۔حکومت اس درخواست کے ذریعے بے نظیر بھٹو کو بلیک میل کر رہی ہے۔کیوں کہ جب بھی بے نظیر بھٹو حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا فیصلہ کرتی ہے' حکومت اپنی درخواست واپس لینے کی دھمکی دے دیتی ہے جب کہ دوسری طرف بے نظیر بھٹو وقت گزار رہی ہیں۔سوئٹزرلینڈ کے قانون کے مطابق اگر چھے برس کے اندر کسی کیس کا فیصلہ نہیں ہوتا تو وہ کیس خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔چنانچہ بے نظیر کسی نہ کسی طرح یہ عرصہ گزارنا چاہتی ہیں اور وہ اس کیس کو چھے سال تک لے جانے کے لیے میاں نواز شریف اور حکومت دونوں سے ڈیل کر رہی ہیں۔وہ کبھی حکومت کے ساتھ ڈیل کر رہی ہوتی ہیں تو کبھی نواز شریف کے ساتھ میثاقِ جمہوریت کے مسودے پر دستخط کر رہی ہوتی ہیں۔حکومت بے نظیر بھٹو کے اس حربے سے واقف ہے۔لہٰذا اس کے ساتھ ساتھ حکومتِ پاکستان نے بے نظیر بھٹو کے خلاف ایک اور ریفرنس بھی تیار کر رکھا ہے۔جونہی پہلے ریفرنس کی مدت پوری ہوگی حکومت نیا ریفرنس دائر کر دے گی اور بے نظیر بھٹو مزید چھے برس تک کیس کو نمٹانے میں مصروف ہو جائیں گی۔یہ ریفرنس بھی حسن وسیم افضل نے تیار کیا تھا اور حکومت پاکستان جونہی اشارہ کرے گی یہ ریفرنس بھی دائر کر دیا جائے گا۔بے نظیر بھٹو اور حکومت کے درمیان ڈیل کا سلسلہ چیف جسٹس آف پاکستان کو غیر فعال کرنے کے بعد بہت تیز ہوگیا۔اس کی تیزی کی دو بڑی وجوہ تھیں: پہلی وجہ وکلاء کا ری ایکشن تھا۔حکومت کا خیال تھا چیف جسٹس کو معطل کرنے کے بعد وکلاء برادری اس سطح کا احتجاج نہیں کرے گی

لیکن جب وکلاء سڑکوں پر آئے تو حکومت کے لیے اپنا آپ بچانا مشکل ہوگیا۔اس ڈیل کی دوسری بڑی وجہ امریکہ میں صدر پرویز مشرف کی مقبولیت میں کمی تھی۔صدر پرویز مشرف پوری کوشش کے باوجود امریکہ کو دہشت گردی کے خلاف پاکستان کی کوششوں سے مطمئن نہیں کر سکے۔لہٰذا امریکہ نے پچھلے چند ماہ سے پاکستان پر دباؤ میں اضافہ کر دیا ہے۔ان دونوں قسم کی صورتِ حال سے نکلنے کے لیے حکومت کو کسی ایک بڑی سیاسی جماعت کی حمایت کی ضرورت تھی۔بے نظیر بھٹو وہ واحد سیاست دان ہیں جو حکومت کی یہ ضرورت پوری کر سکتی ہیں۔لہٰذا حکومت نے بے نظیر بھٹو کے ساتھ مذاکرات کا سلسلہ تیز کر دیا ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے اس ڈیل کا مقصد ۲۰۰۷ء میں ہونے والے الیکشن بھی ہیں۔۲۰۰۷ء کے الیکشن میں صدر پرویز مشرف کو دو بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑے گا۔ایک مسئلہ یونیفارم ہے۔صدر کو اپنے وعدے کے مطابق الیکشن سے پہلے یونیفارم اتارنا پڑے گی۔اگر وہ یونیفارم میں رہنا چاہتے ہیں تو انھیں پارلیمنٹ میں دو تہائی اکثریت چاہیے اور یہ دو تہائی اکثریت بے نظیر بھٹو کے بغیر ممکن نہیں۔دوسرا بڑا مسئلہ اگلی حکومت ہے۔پچھلے پانچ برسوں میں مسلم لیگ ق کی مقبولیت میں بہت کمی واقع ہوئی ہے۔لہٰذا حکومت کے لیے اگلے الیکشنوں میں اتنی نشستیں حاصل کرنا ممکن نہیں۔لہٰذا حکومت کو کسی بڑی سیاسی جماعت کی ضرورت ہے اور اس معاملے میں بھی بے نظیر بھٹو حکومت کا ساتھ دے سکتی ہیں۔

اب تک کی ڈیل میں صدر پرویز مشرف' بے نظیر بھٹو کو تین پیشکشیں کر چکے ہیں۔پہلی پیشکش کے مطابق اگلے الیکشن کے بعد مخدوم امین فہیم، رضا ربانی، یوسف رضا گیلانی اور آصف علی زرداری کو وزیر اعظم بنانے کے لیے تیار کر رہی ہے۔نمبر دو: حکومت پیپلز پارٹی کو سندھ کی حکومت دینے کے لیے بھی تیار کر رہی ہے۔نمبر تین: حکومت نے الیکشن کے بعد بے نظیر بھٹو کو واپسی کا راستہ دینے کا وعدہ بھی کیا ہے لیکن یہ تینوں پیشکشیں بے نظیر بھٹو کے لیے قابل قبول نہیں ہیں۔وہ کسی دوسرے لیڈر کو وزیر اعظم تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔وہ سندھ کی حکومت تک بھی محدود نہیں رہنا چاہتی اور ان کی خواہش ہے مشرف الیکشن سے پہلے ان کے خلاف دائر کردہ کیس واپس لے لیں اور وہ خود پاکستان واپس آ کر الیکشن میں حصہ لیں لیکن یہ تینوں شرائط صدر پرویز مشرف کے لیے قابل قبول نہیں۔صدر پرویز مشرف اور ان کے رفقائے کار جانتے ہیں اگر بے نظیر بھٹو الیکشن سے پہلے پاکستان آ گئیں تو مسلم لیگ ق اتنی نشستیں بھی حاصل نہیں کر سکے گی۔دوسرا بے نظیر بھٹو بھی صدر پرویز مشرف کو یونیفارم میں قبول نہیں کرے گی۔آخری اطلاعات تک یہ ڈیل دو نکات پر آ کر رک گئی ہے: پہلے نکتے پر بے نظیر بھٹو' صدر مشرف کی ذات پر حملہ نہیں کریں گی اور وہ حکومت کے خلاف جاری کسی بڑی تحریک میں شریک نہیں ہوں گی۔پیپلز پارٹی وکلاء کے احتجاج میں بھی کھل کر وکلاء کی طرف داری نہیں کرے گی جب کہ حکومت کی طرف سے سوئس کیس کی پیروی نہیں کی جائے گی۔ان کے خلاف نئے کیس دائر نہیں کیے جائیں گے اور الیکشن کے قریب پہنچ کر پیپلز پارٹی کے امیدواروں کو الیکشن لڑنے کی بھرپور آزادی دی جائے گی اور ان کے اکثریتی حلقوں میں حکومت دھاندلی نہیں کروائے گی۔الیکشن کے بعد پیپلز پارٹی سے نشستوں کی بنیاد پر ڈیل کی جائے گی۔لہٰذا اگر ان حقائق کو دیکھا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ حکومت اور پیپلز پارٹی کے درمیان ڈیل ہو چکی ہے۔اب یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''ضربِ مومن'' کراچی ۲۰ تا ۲۶/اپریل ۲۰۰۷ء)